"استواء علی العرش" سے متعلق مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the views of Maulana Ashraf Ali Thanawi and Maulana Ahmed Raza Khan Barelvi on "Equator Al –Arsh "

1. Khurum Shiraz	2. Dr. Mufti Hafiz Jahanzeb Rana
PH.D. Scholar department of Islamic StudiesAbdul Wali Khan University Mardan (AWKUM	Assistant Professor Islamic Studies Isra University Hyderabad Sindh
Email : alonesheri81@gmail.com	**Email**: jahanzaib.rana@isra.edu.pk

To cite this article:

Khurum Sheraz ,Dr. Mufti Jahanzeb Rana . **(2020). urdu**

"استواء علی العرش" سے متعلق مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the views of Maulana Ashraf Ali Thanawi and Maulana Ahmed Raza Khan Barelvi on "Equator Al –Arsh "

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

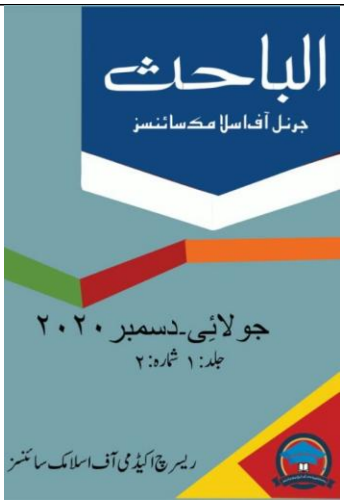

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

"استواء علی العرش" سے متعلق مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the views of Maulana Ashraf Ali Thanawi and Maulana Ahmed Raza Khan Barelvi on "Equator Al –Arsh "

Abstract

Allah Almighty sent Muhammad (P.B.U.H) the messenger of Allah for our growth and guidance .He also conveyed to us the great book of the Holy Qur'an and all yahe knowledge necessary of humanity about its essence and attributes through him.

We have the Qur'an and Hadith as the only means by which we get a definite knowledge of the essence and attribute of Allah Almighty . It is obligatory to believe in the knowledge gained from these sources.

It is necessary to analyze the views of the selected scholars on the issue Equatorial throne to know what the Salaf –e- Saliheen guide us on this issue.

The opinion of Maulana Ashraf Ali Thanwi has been reviewed and the result is that Maulana Ashraf Ali Thanwi is also following the opinion of Salaf Salihin , but they are convinced of the need to interpret these verses according to the needs of the people. After this, the opinion of Maulana Ahmad Raza Khan regarding the equator has been reviewed , which is summarized as follows that Maulana Ahmad Raza Khan is a believer in the the belief of assignment and entrusts the meaning of the verses to Allah Almighty along with the condition .

Keywords : Qur'an , Sunnah, Monotheism of name ,attribute , opinion

کلیدی الفاظ: قرآن، سنت، توحید اسماء، صفات، رائے

اللہ تعالیٰ نے ہماری رشد و ہدایت کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا اور اپنی عظیم الشان کتاب قرآن کریم اور اپنی ذات وصفات کے متعلق جتنا علم انسانیت کے لیے ضروری تھا وہ بھی آپ ﷺ کے ذریعے سے ہم تک پہنچایا۔ ہمارے پاس قرآن و حدیث ہی وہ ذرائع ہیں کہ جن کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔ اور ان ذرائع سے حاصل کردہ علم پر ایمان لانا فرض بھی ہے۔ مسئلہ استواء علی العرش پر منتخب علماء کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ کرنا ضروری ہے تا کہ یہ جانا جائے کہ اس مسئلہ کے متعلق سلف صالحین ہماری کیا رہنمائی کرتے ہیں۔

توحید ربوبیت اور توحید اُلوہیت کے بعد توحید کی تیسری قسم توحید اسماء وصفات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت میں جو اللہ تعالیٰ کے جو اسماء یا صفات مذکور ہیں انہیں اسی طرح مانا جائے کہ جس طرح وہ بیان ہوئی ہیں اور ان کی تاویل، تمثیل و کیفیت بیان نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے جو نام قرآن و سنت میں مذکور ہیں انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء بہترین اور پاکیزہ ہیں ان میں کسی قسم کی کجی اور الحاد نہ اختیار کیا جائے۔ زیر نظر مقالہ میں اس تیسرے قسم کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کی آراء کا تذکرہ کرکے ان کا تجزیہ کیا جائے گا۔ توحید اسماء والصفات کی تفصیل اور اس کے بارے میں آراء کے جاننے سے قبل اس کی لغوی اور اصطلاحی تفصیل جاننا ضروری ہے۔

لغوی معنی:

"توحید اسماء وصفات" دراصل تین اصطلاحات کا مجموعہ ہے۔ لغات عرب میں معروف کتب میں ان تینوں اصطلاحات کے تحت کیا گیا ہے ذیل میں اس کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

۱۔ توحید: یکتا ماننا، اکیلا ماننا۔[1]

۲۔ اسماء: اسماء اسم کی جمع ہے۔ یہ کسی چیز کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔[2]

۳۔ صفات: صفت کی جمع ہے اس کی اصل وصف سے ہے جو کہ کسی چیز کی خصوصیت ہوتی ہے۔[3]

اصطلاحی معنی:

"اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اور جن اسماء اور صفات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے اور جس وصف کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور جس سے اپنے آپ کو پاک فرمایا ہے اُن سب میں اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننا اور ان سب پر بلا تشبیہ، تمثیل، کیفیت، تحریف و تعطیل کے ایمان رکھنا توحید اسماء وصفات ہے۔"[4]

توحید اسماء وصفات کی اس تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء اور صفات قرآن کریم یا رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بیان ہوئی ہیں ہم اُن پر ایمان رکھیں اور جن صفات کی نفی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کی ہے یا رسول اللہ ﷺ نے جن صفات کی نفی کی ہے ہم بھی اُن کی نفی کریں اور جن صفات کے بارے میں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ نہ نفی کی ہو نہ اثبات کیا ہو ہم بھی ان صفات کی نہ نفی کریں اور نہ ہی اثبات۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے جو اسماء موجود ہیں اللہ تعالیٰ کو انہی اسماء کے ساتھ پکارنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے حوالے سے کجروی اختیار کرنے کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔[5]

---

[1] ۔ معجم مقاییس اللغۃ، مادہ، و، ح، د، ص 1084

[2] ۔ نفس مصدر، ص 490

[3] ۔ نفس مصدر، ص 1093

[4] ۔ الرسالۃ التدمریۃ او تحقیق الاثبات الاسماء والصفات، تقی الدین ابو العباس آحمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، مکتبہ مجمع الملک فہد مدینہ۔ سعودی عرب، ۱۹۹۵۔ ص 3

[5] ۔ سورۃ الاعراف ۷: ۱۸۰

"اور اللہ کے سب نام اچھے ہیں۔ تو اس کو اس کے ناموں سے پکار کرو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو وہ جو کچھ کر رہے ہیں عن قریب اس کی سزا پائیں گے۔"

اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ نام جو قرآن و حدیث میں ذکر ہوئے ہیں ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اور نام رکھنا الحاد کے زمرے میں آتا ہے۔

توحید اسماء و صفات کا علم تمام علوم میں اعلیٰ و افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صحیح طریقے سے عبادت تب ہی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال کی صحیح معرفت حاصل کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء کسی عدد میں محصور نہیں ہیں۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے:

أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ[6]

" (اے اللہ!) میں تجھ سے تیرے تمام ناموں کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کے رکھے یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں اُتارے، یا جن ناموں کا علم تو نے اپنی کسی مخلوق کو عطا فرمایا، یا جو نام تو نے اپنے خزانہ غیب میں محفوظ فرما دیے ہیں۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام لا محدود ہیں اور کسی کو بھی اُن کی تعداد کا علم نہیں۔

اسی طرح ایک اور مرفوع حدیث میں ذکر ہے:

إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ[7]

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، یعنی ایک کم سو۔ جس نے ان کا احصاء (یعنی یاد) کیا وہ جنت میں جائے گا۔"

یعنی اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ننانوے نام سمجھ کر، یاد کر کے ان کے مطابق عقیدہ بناتا ہے تو اس کو جنت کی بشارت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء نہایت پیارے ہیں۔ یہ تمام اسماء اپنے اندر کوئی نہ کوئی صفت کاملہ لیے ہوئے ہیں اور یہ تمام صفات بے عیب و بے نقص ہیں اور اللہ تعالیٰ ان تمام صفات میں یکتا اور بے مثال ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ[8]

"کہہ دو کہ تم اللہ کو (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔"

---

[6] ۔مسند امام احمد، عبداللہ ابن مسعودؓ، حدیث نمبر ۳۷۱۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۱ء

[7] ۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط (۵۴)، باب ان اللہ مائۃ اسم الا واحدا (۱۸)، حدیث نمبر ۲۷۳۶

[8] ۔سورۃ بنی اسرآئیل ۱۷:۱۱۰

استوی علی العرش کا مفہوم

" استواء" عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں سیدھا کرنا، قائم ہونا، قابو پانااور بعض اوقات اس کے معنی بیٹھنے کے بھی ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ چونکہ جسم اور مکان سے پاک ہے،اس لئے اس کے یہ معنی سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ جس طرح کوئی انسان تخت پر بیٹھتا ہے،اس طرح(معاذاللہ) اللہ تعالیٰ بھی عرش پر بیٹھے ہیں۔ استواء اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی ٹھیک ٹھیک کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اور اسے متشابہات میں شمار کیا گیا ہے، جن کی کھود کرید میں پڑنے کو سورہ آل عمران کے شروع میں خود قرآن کریم نے منع فرمایا ہے۔چنانچہ اس کا کوئی بھی ترجمہ کرنا مغالطہ پیدا کر سکتا ہے۔اسی بنا پر ہم نے یہاں اس کا ترجمہ نہیں کیا۔نہ اس پر کوئی عملی مسئلہ موقوف ہے۔اتنا ایمان رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق استوا فرمایا جس کی حقیقت ہماری محدود عقل کے ادراک سے باہر ہے۔

خدا کے استواء علی العرش(تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لیے مشکل ہے۔بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرمادیا ہو اور اسی کا نام عرش ہو، جہاں سے سارے عالم پر وجود اور قوت کا فیضان بھی ہو رہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جارہی ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدار فرماں روائی ہو اور اس پر جلوہ فرما ہونے سے مراد یہ ہو کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کر کے اس کی زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔بہر حال استواء علی العرش کا تفصیلی مفہوم خواہ کچھ بھی ہو، قرآن میں اس کے ذکر کا اصل مقصد یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض خالق کائنات ہی نہیں ہے، بلکہ مدبر کائنات بھی ہے۔وہ دنیا کو وجود میں لانے کے بعد اس سے بے تعلق ہو کر کہیں بیٹھ نہیں گیا، بلکہ عملاً وہی سارے جہاں کے جزو کل پر فرماں روائی کر رہا ہے۔سلطانی و حکمرانی کے تمام اختیارات بالفعل اس کے ہاتھ میں ہیں، ہر چیز اس کے امر کی تابع ہے، ذرہ ذرہ اس کے فرمان کا مطیع ہے اور موجودات کی قسمتیں دائماً اس کے حکم سے وابستہ ہیں۔اس طرح قرآن اس بنیادی غلط فہمی کی جڑ کاٹنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے انسان کبھی شرک کی گمراہی میں مبتلا ہوا ہے اور کبھی خود مختاری و خود سری کی ضلالت میں۔خدا کو کائنات کے انتظام سے عملاً بے تعلق سمجھ لینے کا لازمی نتیجہ یہ کہ آدمی یو تو اپنی قسمت کو دوسروں سے وابستہ سمجھے اور ان کے آگے سر جھکادے، یا پھر اپنی قسمت کا مالک خود اپنے آپ کو سمجھے اور خود مختار بن بیٹھے۔

یہاں ایک اور بات اور قابل توجہ ہے۔قرآن مجید میں خدا اور خلق کے تعلق کو واضح کرنے کے لیے انسانی زبان میں سے زیادہ تر وہ الفاظ، مصطلحات، استعارے اور انداز بیان انتخاب کیے گئے ہیں جو سلطنت و بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ طرز بیان قرآن میں اس قدر نمایاں ہے کہ کوئی شخص جو سمجھ کر قرآن کو پڑھتا ہو، اسے محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔بعض کم فہم ناقدین کے معکوس دماغوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ کتاب جس عہد کی " تصنیف " ہے، اس زمانہ میں انسان کے ذہن پر شاہی نظام کا تسلط تھا، اس لیے مصنف نے (جس سے مراد ان ظالموں کے نزدیک محمد ﷺ خدا کو بادشاہ کے رنگ میں پیش کیا۔ حالانکہ دراصل قرآن جس دائمی و ابدی حقیقت کو پیش کر رہا ہے وہ اس کے برعکس ہے۔حقیقت یہ ہے کہ زمین اور آسمانوں میں بادشاہی صرف ایک ذات کی ہے، اور حاکمیت جس شے کا نام ہے، وہ اسی ذات کے لیے خاص ہے، اور یہ نظام کائنات ایک کامل مرکزی نظام ہے جس میں تمام اختیارات کو وہی ایک ذات استعمال کر رہی ہے،

لہٰذا اس نظام میں جو شخص یا گروہ اپنی یا کسی اور کی جزوی یا کلی حاکمیت کا مدعی ہے وہ نظام کے اندر رہتے ہوئے اسی ایک ذات کو مذہبی معنوں میں واحد معبود بھی مانے اور واحد سلطان بھی تسلیم کرے۔[9]

مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا کا موقف

مولانا اشرف علی تھانوی ؒ سلف صالحین ؒ کی طرح اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے تو قائل ہیں لیکن جہت کے قائل نہیں۔اسی طرح وہ عوام الناس کو تشبیہ و تجسیم سے بچانے کے لیے اسماء و صفات کے متعلق آیات کریمہ کی مناسب تاویل کے بھی قائل ہیں۔اللہ تعالیٰ کی صفات کی مناسب تاویل کے قائلین کے

---

[9] مودودی، سورۃ الاعراف حاشیہ نمبر: 41

مسلک کو زیادہ سے زیادہ اجتہادی مسلک کہا جاسکتا ہے۔مولانا بھی استواء علی العرش کی کیفیت اللہ تعالی کے سپرد کرتے ہیں اور نفی جہت کے قائل بھی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض جگہ استواء علی العرش کے متعلق آیات کی تاویل بھی کرتے ہیں جیسا کہ ان کی تفسیر سے ظاہر ہے۔

استواء علی العرش کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ[10] اپنی تفسیر قرآن میں فرماتے ہیں:

(1) پھر عرش پر(جو کہ مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما)ہوا(جو کہ اس کی شان کے لائق ہے تاکہ عرش سے زمین وآسمان میں احکام جاری فرمادے جیسا کہ ارشاد ہے کہ) وہ ہر کام کی مناسب تدبیر کرتا ہے[11]۔

(2) پھر عرش پر(جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم(اور جلوہ فرما) [12]ہوا(جو کہ اس کی شان کے لائق ہے)[13]۔

(3) یعنی پیدا کرنے کے بعد کہیں جاکر سو نہیں گیا ہے بلکہ آپ اپنے کارخانہ تخلیق کا سارا انتظام چلا رہا ہے، خود اس نا پیدا کنار سلطنت پر فرما نروائی کر رہا ہے، خالق ہی نہیں ہے بالفعل حکمراں بھی ہے۔[14]۔

(4) اب مشرکین کے دوسرے اعتراض کو لیا جاتا ہے جو وہ نبی ﷺ کی دعوت توحید پر کرتے تھے۔ان کو اس بات پر سخت اعتراض تھا کہ نبی ﷺ ان کے دیوتاؤں ،اور بزرگوں کی معبودیت سے انکار کرتے ہیں اور ہانکے پکارے یہ دعوت دیتے ہیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود کوئی کارساز،کوئی حاجت روا، کوئی دعائیں سننے والا ، اور بگڑی بنانے والا ، اور کوئی حاکم ذی اختیار نہیں ہے۔[15]۔

(5) کہ اس نے آسمان اور زمین کو چھ روز (مقدار زمانہ) میں پیدا کیا پھر عرش پر (جو کہ مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اسی کی شان کے لائق ہے)[16] ۔

---

[10] مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیفات اور مقالات کی تعداد تقریباً آٹھ سو کے لگ بھگ ہے جن میں سے بعض مقالات صفحہ دو صفحہ پر مشتمل ہیں اور بعض کتابیں کئی جلدوں میں ہیں۔آپ کی بیشتر تصانیف اردو زبان میں ہیں لیکن عربی زبان میں بھی آپ کے تیرہ چودہ رسائل ہیں(10)۔آپ نے قرآن کریم کی بھی بے انتہا خدمت کی۔آپ نے بیان القرآن کے نام سے تفسیر قرآن لکھی۔اس کے علاوہ تجوید، قراء کے اختلاف،قرءآت سبعہ ، حفاظ کو قرآن سنانے کے دوران جو متشابہات پیش آتے ہیں اور تلاوت قرآن کے آداب پر مختلف رسائل تصنیف فرمائے اس کے علاوہ قرآن سے متعلق اور بھی کئی تصنیفات لکھیں(بیس بڑے مسلمان، صفحہ نمبر ۳۳۰)۔قرآن کریم کے متعلق تصانیف کے علاوہ آپ نے عقائد اور فقہی مسائل پر بھی کئی کتابیں تصنیف کیں۔ بہشتی زیور، بیان القرآن، امداد الفتاوی اور اشرف الجواب آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔آپ نے وعظ و نصیحت کے ذریعے مسلمانوں میں رائج شرکیہ رسومات اور بدعات کا خاتمہ کیا اور مسلمانوں میں حقیقی اسلام رائج کرنے کی سعی کی۔ برصغیر پاک وہند میں اسلام کی پناہ خدمت کی وجہ سے آپ کو مجدد الملت کے خطاب سے نوازا گیا۔

[11] مولانا اشرف علی تھانویؒ،بیان القرآن، تفسیر سورۃ یونس بذیل آیت ۳، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان، اکتوبر ۲۰۱۱ء جلد دوم، صفحہ نمبر ۱۷۳،

[12] نفس مصدر، تفسیر سورۃ الرعد بذیل آیت ۲، جلد دوم، صفحہ نمبر ۲۷۷

[13] نفس مصدر، تفسیر سورۃ الرعد بذیل آیت ۲، جلد دوم، صفحہ نمبر ۲۷۷

[14] مودودی، تفسیر سورۃ طٰہٰ بذیل آیت ۵،

[15] مودودی، تفسیر سورۃ السجدۃ بذیل آیت ۴،

[16] نفس مصدر، تفسیر سورۃ الحدید، بذیل آیت ۴، جلد سوم، ص ۵۰۸

مولانا احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ،بیٹھنا چڑھنا ،جہت اور مکان جیسی صفات کا اثبات مخلوق سے مشابہت کے زمرے میں آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

یقیناً اگر ہم اللہ تعالیٰ کا بیٹھنا ،چڑھنا اور جہت وغیرہ کی کیفیت بیان کرنا شروع کردیں اور ان صفات کو ایسے مانیں جیسے کہ مخلوق کی صفات ہیں تو یہ کفر کے زمرے میں آتا ہے۔لیکن جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا سمیع ، بصیر اور علیم ہونے کا ذکر ہے اور ہم ان تمام صفات کو اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق مانتے ہیں اور اس کی تشبیہ وکیفیت بیان نہیں کرتے اور اسے مخلوق کے مشابہ نہی گردانتے بلکل اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کی ان صفات(بیٹھنا ،چڑھنا وغیرہ) کو بھی اس کی شان کے مطابق مانتے ہیں اور ا ن کی کیفیت بیان نہیں کرتے۔ یہی مسلکِ سلف صالحینؒ ہے۔اسی طرح چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت علو بلاتکییف قرآن ،سنت ،صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ سے ثابت ہے لہذا اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا احمد رضا خانؒ کی رائے کا ،وقف یہ ہے:

- اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی نہیں ہے۔
- استواء علی العرش اور اس جیسی آیات متشابہات میں سے ہیں۔ان کا حقیقی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ان پر صرف ایمان رکھنا چاہیے اور اس کی تفصیلات میں نہ پڑنا چاہیے۔
- آیات متشابہات کے حوالے سے اہل سنت کے دو مسلک ہیں۔اول سلف صالح کا مسلک تفویض کا،ہم نہ اس کے معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ اُن کے ظاہر سے سمجھ آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزوجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔دوم مسلک متأخرین کہ حفظ دین عوام کے لیے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی صحیح کی طرف لے جائیں،مثلاً استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے پاک ہے۔بیٹھنے چڑھنے سے منزہ ہے کیونکہ یہ اجسام کی خصوصیات ہیں اور ان صفات کو اسی طرح ماننا مخلوق سے مشابہت کے زمرے میں آتا ہے۔
- مشابہات کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے،مسلک تفویض وتسلیم کہلاتا ہے جو کہ تمام ائمہ کرام کا ہے۔

تقابلی جائزہ

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی رائے تجزیہ کیا جائے تو درجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

- اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جتنی بھی آیات آئی ہیں ان کے ظاہری معنی لیے جانے چاہیے۔
- قرآن کریم میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفات ہیں ان پر بلاکیف ایمان رکھنا چاہیے۔
- صوفیاء اللہ تعالیٰ کی جہت کے منکر ہیں جو کہ نقلی اور عقلی دونوں دلائل سے ثابت ہے۔
- استواء کے لیے جہت ثابت کرنا در حقیقت استواء کی کیفیت بیان کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔
- مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نزدیک استواء وعلو کی دو حیثیتیں ہیں۔اول استواء مع الحکم الجہتہ جو کہ مجسمہ کا مذہب ہے۔دوم استواء مع الحکم بِعدم الجہتہ جو کہ تمام محدثین اور صوفیاء کا مذہب ہے۔
- عرش کو تخت سلطنت سے تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ ان کی تفسیر سے ظاہر ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی رائے کے تجزیاتی مطالعے سے یہ بات واضح ظاہر ہوتی ہے کہ آپؒ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی مانتے ہیں لیکن جہت کا انکار کرتے ہیں جو کہ سلف صالحینؒ کی رائے کے برعکس ہے کیونکہ سلف عرش کو آسمانوں کے اوپر مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت علو کے قائل ہیں جیسا کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ اور دوسرے ائمہؒ کے اقوال ہیں۔اسی طرح آپؒ عرش کی تاویل کرتے ہیں اور اسے تخت سلطنت سے تشبیہ دیتے ہیں جو کہ سلف کا مسلک نہیں ہے اور آپؒ

خود بھی اس بات کے قائل ہیں کہ استواء اور عرش جیسی صفات کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔آپؒ اس قسم کی صفات کی تاویلات اختیار کرنے کی وجہ بھی خود ہی ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

" ایک طریقہ سلف کا ہے کہ اس کو حقیقی معنوں پر محمول فرماتے ہیں اور حقیقی معنی کی کنہ کو مفوض لعلم الہٰی کرتے ہیں اور اس کی کیفیت متعین نہیں کرتے۔اور دوسرا طریقہ خلف کا ہے کہ اس میں مناسب تاویل کر لیتے ہیں تاکہ گمراہ فرقے مشبہہ اور مجسمہ ان کو غلطی میں واقع نہ کر سکیں۔اس طرح سے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ عرش پر مستقر ہیں اور استقرار کے معنی ظاہر ہیں کہ جمنے اور بیٹھنے کے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہماری طرح جسمانی چیز ہیں۔ نعوذ باللہ۔اس شبہے کا جواب اگرچہ سلف کے طریقے پر یہ ہے کہ استقرار تو ثابت ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہمارے استقرار کی طرح ہو جس سے جسم ہونا لازم آوے بلکہ اس کی کنہ اور ہے جو ہم کو معلوم نہیں۔اور یہ جواب صحیح بھی ہے لیکن عوام کو یہ سمجھانا مشکل ہے کہ استقرار تو ہے لیکن ہماری طرح کا نہیں۔اسی طرح یہ باتیں شک شبہ میں ڈال سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ید یعنی ہاتھ اور حدیث میں قدم یعنی پاؤں رکھنا وارد ہے اور ظاہر ہے کہ ہاتھ اور پاؤں اعضاء جسمانیہ ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء جسمانیہ ہیں۔اس کا صحیح جواب بھی سلف کے طریقہ پر یہ ہے کہ ید اور قدم تو ہیں مگر ہماری طرح کہ نہیں۔ مگر اس کا سمجھنا بھی عوام کو مشکل ہے ان کا ذہن تو ان مفہومات سے تجسم اور تشبیہ ہی کی طرف جاتا ہے اور اس عقیدہ تجسم و تشبیہ سے بچانا واجب تھا اس لیے علماء خلف نے اس کی یہ تدبیر کی کہ ایسے حقائق کی ایسے طریق سے تاویل کر دی کہ نہ قرآن و حدیث متروک ہو اور نہ عقیدہ تجسم و تشبیہ میں مبتلا ہوں۔ مثلاً استواء علی العرش کو کنایہ تنفیذ احکام سے کہہ دیا اور ید کے معنی قدرت کہہ دیے۔وضع قدم کے معنی مقہور کر دینے کے کہہ دیے۔(17)"

اس عبارت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نزدیک بھی استواء علی العرش کے بارے میں صحیح مسلک وہی ہے جو کہ سلف صالحینؒ کا ہے یعنی بلا تاویل، تشبیہ اور تکییف کے اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان رکھنا۔ لیکن عوام کے فتنے میں مبتلا ہونے کے خدشہ کی وجہ سے صفات میں مناسب تاویل کی جاسکتی ہے تاکہ عوام کے عقائد محفوظ رہیں۔

مولانا احمد رضا خانؒ کی رائے کا تجزیہ پیش کیا جائے تو یہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں

- مولانا احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی ماننا در حقیقت اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا ہے۔ حالانکہ قرآن، سنت، اقوال صحابہؓ، تابعین و تبع تابعین اور جلیل القدر صوفیاء تمام اس بات پر قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں۔اور اس پر بلا تشبیہ، تکییف و تاویل ایمان رکھنا واجب ہے۔استواء علی العرش کا عقیدہ رکھنا ہر گز اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا نہیں ہے کیونکہ مکان تو تب ثابت ہو کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت بیان کریں۔ عرش تمام مخلوقات سے بلند ہے اور اس کی حقیقت معدوم ہے لہذا اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی ماننا اہل سنت کا عقیدہ ہے اور اس سے ہر گز اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ہم استواء کے معنی تو کرتے ہیں لیکن اس کی کیفیت بیان نہیں کرتے۔
- مولانا احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں کہ استواء علی العرش اور اس جیسی دوسری آیات، آیات متشابہات ہیں اور ان کی تفصیلات میں پڑے بغیر اس پر ایمان رکھنا چاہیے۔یقیناً یہ بات بالکل درست ہے اسی لیے سلف صالحینؒ نے ان آیات کی کوئی تاویل نہیں کی اور ان کو ظاہری معنوں میں لیتے ہوئے ان پر ایمان لانے کی بات کی ہے۔

[17] امداد الفتاوی، جلد نمبر ٦، ص ٣١

- مولانا احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں کہ سلف صالحینؒ کا مسلک تفویض کا ہے یعنی الفاظ کے معنی بھی نہ بیان کیے جائے اور اس کی حقیقت کو بھی اللہ تعالیٰ کو سونپا جائے۔ اور متاخرین کا مسلک تاویل کا ہے کہ عوام کو تشبیہ و تجسیم سے بچانے کے لیے ان آیات کی مناسب تاویل کی جائے۔ اسی طرح آپؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ متاشابہات کے بارے میں حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے مسلک تفویض و تسلیم ہے۔

متاشابہات کا حقیقی علم کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہونے کا عقیدہ رکھنا مسلک تفویض نہیں کہلاتا۔ مسلک تفویض مفوضہ کا مسلک ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نصوص صفات کے معنی بھی معلوم نہیں، بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں جبکہ۔ سلف صالحینؒ سے تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ وہ نصوص صفات کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور کیفیت کو مجہول قرار دیتے ہیں(18)۔ اسی طرح

جہاں تک متاخرین کے مسلکِ تاویل کی بات ہے تو وہ بھی سلف صالحینؒ کے مسلک کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ذاتی اجتہاد کی بناء پر عوام کے عقائد کے تحفظ کی خاطر تاویل اختیار کرتے ہیں(19)۔

- آخر میں مولانا احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں کہ سلف صالحینؒ کی رائے یہ ہے کہ استواء اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور استواء کے معنی معلوم ہیں جب کہ اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان رکھنا واجب اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ لیکن آپؒ کے نزدیک استواء کے معنی بھی مجہول ہیں اور کیفیت بھی مجہول ہے۔

علماء کی رائے

امام احمد رضا خانؒ اپنے فتاویٰ میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں دیے گئے ایک فتوے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حاشا اللہ! ہر گز عقیدہ اہل سنت کا نہیں، وہ مکان و تمکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسرے جگہ، عرش و فرش سب حادثات ہیں، اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی جب تک یہ کچھ نہ تھے کہاں تھا، جیسا جب تھا ویسا اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابدالآباد تک رہے گا۔ عرش و فرش سب متغیر ہیں، حادث ہیں، فانی ہیں، اور وہ اور اس کی صفات تغیر و حدوث و فنا سب سے پاک۔ استواء پر اجماع نقل کرنے کی کیا حاجت خود رحمٰن عزوجل فرماتا ہے: اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی[20] "رحمن جس نے عرش پر قرار پکڑا۔" اعتقاد اہل سنت کا وہ ہے جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الاستواء معلوم والكيف مجهول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة ، 21

"استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول، اور اس پر ایمان واجب اور اس کی تفتیش گمراہی۔"

اہل سنت کے دو مسلک آیات متشابہات میں ہیں سلف صالح کا مسلک تفویض کا، ہم نہ اس کے معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ اُن کے ظاہر سے سمجھ آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزوجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔

---

18 القواعد المثلیٰ فی صفات اللہ واسمائہ الحسنیٰ، ص ۳۵

19 مسلک تاویل کا تفصیلی جواب مولانا اشرف علی تھانویؒ کی رائے کے تجزیاتی مطالعے کے حوالے سے دیا جا چکا ہے۔

20 سورۃ طٰہٰ ۲۰:۵

21 الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، علامہ عبدالرحمٰن، جلال الدین، السیوطی، بذیل تفسیر سورۃ القمر، آیت نمبر ۵۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، سن اشاعت ندارد

دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظ دین ہے جو عوام کے لیے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب صحیح کی معنی کی طرف لے جائیں، مثلاً استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے۔ مگر یہ مسلک باطل کہ آیات معیت تو تاویل پر محمول ہیں اور آیت استواء ظاہر پر، یہ ہر گز مسلک اہلسنت نہیں۔ عرش پر ہے دوسری جگہ نہیں، یہ صاف تمکن کو بتارہا ہے عرش پر معاذاللہ اس کے لیے جگہ ثابت کی جب تو اور مکانات کی نفی کی۔[22] "

اسی طرح آگے چل کر اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

" اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت و جسم واعراض سے پاک ہے۔ بیٹھنے، چڑھنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان انشااللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لیے اپنی مخلوقِ عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہو گی کہ اُٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا، ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہر گز مراد نہیں، پھر آخر کیا معنی لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے۔ اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہر یمعنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑ دیں ہمیں ہمارے رب نے آیات متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ [اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا] جو کچھ ہمارے اللہ کی طرف سے ہے ہم پر ایمان لائیں اور محکم متشابہ یہ سب ہمارے پاس ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ یہ جو مذہب جمہور ائمہ کرام کا ہے یہی اسلم اولیٰ اسے مسلک تفویض و تسلیم کرتے ہیں۔ ان ائمہ نے فرمایا کہ استواء سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی صفت ہے اور کیفیت ہے کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے باہر ہیں اور ایمان لانا اس پر واجب ہے کہ نص قطعی بھی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت ہے کہ سوال نہ ہو گا مگر تعین مراد کے لیے اور تعیین مراد کی طرف راہ نہیں۔[23]"

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی رائے کا جائزہ لیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی رائے بھی سلف صالحینؒ کی رائے کے مطابق ہے لیکن وہ عوام کی ضرورت کے مطابق ان آیات کی تاویل کے قائل ہیں۔ اس کے بعد استواء کے متعلق مولانا احمد رضا خانؒ کی رائے کا جائزہ لیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خانؒ عقیدہ تفویض کے قائل ہیں اور کیفیت کے ساتھ ساتھ آیات کے معنی بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ توحید اسماء وصفات کے متعلق رائے نہایت واضح ہے کہ آپؒ صفات کے بارے میں وارد شدہ آیات کے بارے میں مسلک تفویض کے قائل ہیں اور سلف صالحینؒ کو بھی اسی کا قائل سمجھتے ہیں جبکہ سلف صالحینؒ صفات کے متعلق آیات کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور اس کی تاویل اور تمثیل سے گریز کرتے ہیں۔

---

[22] فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر: ۲۹، ص ۱۱۷

[23] نفس مصدر، ص ۱۲۳

خلاصہ:

سارے علوم میں سب سے زیادہ مقام و مرتبہ رکھنے والا علم وہ ہے جس کا تعلق اللہ تعالی کی ذات، اور اس کے اسماء و صفات سے ہو، اور بندے کی اللہ تعالی کے اسماء و صفات کی معرفت کے بقدر اس کے اندر اپنے پروردگار کی بندگی، اس سے انسیت و محبت اور اس کی ہیبت پیدا ہوتی ہے، جو کہ اللہ تعالی کی خوشنودی اور اس کی جنت کے حصول کا طالب بننے، نیز آخرت میں اللہ تعالی کے دیدار کی نعمت سے بہرہ ور ہونے کا سبب ہوتی ہے۔ اور یہ مقصد اللہ تعالی کی توفیق کے بغیر ہر گز حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

بعض لوگ استویٰ علی العرش کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی عرش پر موجود ہیں اور ہر جگہ موجود نہیں ہیں۔ جبکہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کے مطابق اللہ تعالی ہر جگہ پر موجود اور قائم اور دائم ہیں ہمیشہ سے تھے اور رہیں گے۔ اور عرش پر مستوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عرش پر اللہ تبارک و تعالی کی خاص رحمت اور تجلی کا ظہور ہے۔ اور اس طرح ہم استویٰ کی صحیح کیفیت کو نہیں جان سکتے البتہ اس پر ایمان لانا لازمی واجب ہے۔

یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی صرف عرش پر ہی موجود ہیں اور اس کے علاوہ کائنات میں کسی جگہ پر موجود نہیں، یہ اسلام میں سخت گمراہ کن اور متصادم عقیدہ ہے۔ اللہ تعالی کو عرش پر بیٹھا ہوا سمجھنا اور تصور کرنا سخت گمراہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عرش اللہ تعالی سے بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر سما گیا ہے تو یہ سوچنا درست نہیں ہے۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے تو سوال یہاں پر یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرش اور کرسی کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں موجود تھے ؟

ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ عرش پر مستوی اور متمکن ہونے سے یہ مراد ہر گز نہیں لینی چاہئے کہ عرش اور کرسی کرسی بھی اللہ تعالی کی ذات کی طرح دائمی ہیں اور اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے جڑی ہوئی ہیں جیسے کوئی شخص اپنی نشست پر بیٹھا ہوتا ہے نہیں، ہر گز نہیں! بلکہ عرش اور کرسی کا تعلق اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ اسی طرح کا ہے جیسے دیگر تمام مخلوقات کا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)